File No 2
7

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۱۹

زندۂ جاوید ماتم

دوسرا ایڈیشن

از افادات

سرکار سید العلماء علامہ علی نقی النقوی مجتہد العصر مدظلہ العالی

قیمت ۲ر

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان

کا رسالہ ع۱۹ بعنوان "زندہ جاوید کا ماتم" کا دوسرا ایڈیشن آپکے ہاتھوں میں ہے۔ یہ سرکار
سید العلماء مدظلہ کی ایک تقریر کا خلاصہ ہے۔ جو ۱۱ ر اکتوبر ۵۴ء ممتاز محل لکھنؤ
میں ہوئی۔ یہ رسالہ نافعہ اہل پاکستان کے لئے فیضِ عام ثابت ہوگا۔

واقعۂ کربلا پروردگارِ عالم کے سلسلۂ ہدایت کی اہم کڑی ہے۔ امام حسینؑ تبلیغ
اسلام کے لئے تمام انبیاء کے وارث ہیں۔ جبھی تو عزاداری کے لئے روزِ جزا نہایت
گراں قدر اجر و جزا کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور وعدہ ان کی زبانی جو دنیا کے صادق
ترین ہادی تھے۔ عزاداریٔ حسینؑ ایسا عملِ خیر ہے۔ جو نگاہِ خدا و رسولؐ و آئمہؑ میں
نہایت درجہ پسندیدہ اور مقبول ہے۔ اور باعث بخشش اس لئے کہ تمام اسلام اس
میں سمٹ کر سمو جاتا ہے۔ یہی وہ ذکر ہے جس پہ تمام اقوام عالم متفق ہیں۔ اور عزائے حسینؑ
ہی ملل مختلفہ میں نقطۂ اتحاد ہے۔ مگر قرآن پر اعتراض کی طرح بعض حضرات کو عزاداری پر بھی
اعتراض ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا۔ قرآنِ مجید کے معیار گریہ سنتِ
سیرتِ رسولِ پاکؐ سے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ شہدائے راہِ خدا
کا ماتم مزاجِ اسلام کے عین مطابق ہے۔ اور ماتم کی مخالفت رسولِ پاکؐ کے اسوہ و احکام
سے بغاوت ہے۔ اہل عزا کو چاہیے کہ اس رسالۂ نافعہ کی کثرت سے اشاعت کریں
تاکہ ماتم کرنے والے اپنے اجر جزیل سے واقف ہوں۔ اور مخالفت کرنے والے ذرا
سمجھ کر بغاوت احکام رسولؐ کریں اور نتیجہ کے لئے تیار رہیں

اکتوبر ۵۹ء

جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبال سہیل کا اعتراض مشہور ہے۔ کہ

روئیں وہ، جو قائل ہوں ممات شہدا کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

اس کا تجزیہ کیا جائے تو کیا ہوگا؟ غور کیجئے کہ یہ ممات اور حیات، جو شہدا۔ کے لئے مورد نفی واثبات ہو سکتی ہے۔ کیا ہے؟

ظاہر ہے۔ کہ شہدا کی زندگی وہ مادی زندگی نہیں ہے۔ جس لحاظ سے قبل شہادت انہیں زندہ کہا جاتا تھا۔ اور جو ظاہری طور پر اس دارِ دنیا سے متعلق ہوتی ہے۔ اس لئے کہ شرع اسلامی میں شہدا کی میراث تقسیم ہوتی ہے۔ ان کے اطفال حکم یتیم میں آتے ہیں۔ اور ان کے ازواج حکم بیوہ میں آتے ہیں۔ اگر ان کے لئے موت کا تصور کسی حیثیت سے کیا نہ جائے تو ان کے متروکہ کی تقسیم ان کی اولاد کی یتیمی اور ان کے ازواج کی بیوگی بالکل بے بنیاد ہوگی۔ ہمارے مذہبی نقطۂ نظر سے شہید اگر امام ہے۔ تو اس کے بعد دوسرا امام برسر اقتدار آجاتا ہے۔ حالانکہ حیاتِ ظاہری میں ایک امام کے ہوتے ہوئے دوسرا

امام حاملِ منصب نہیں ہوتا۔ بیوہ کے لئے عقدِ ثانی کی اجازت۔ جس طرح شوہر کی موت کے بعد ہے۔ اسی طرح شہادت کے بعد، حالانکہ زندگی میں یہ ممکن نہیں، احکام اموات میں صرف غسل وکفن شہید کے لئے نہیں ہے۔ نمازِ میت اور دفن لازم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا بھی تعلق موت کے ساتھ ہے۔ زندگی کے ساتھ نہیں

جب کہ شہدا کی زندگی اس نوعیت کی نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ زندگی جسے شہدا کے لئے ثابت کیا گیا ہے ارتقائے روحانیت کا کوئی خاص درجہ ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو اولیائے الٰہی میں سے کسی کے لئے بھی اگرچہ اصطلاحی طور پہ شہید نہ ہو، موت نہیں ہے۔ بلکہ جاودانی زندگی ہے۔ جس کے مدارج باعتبار مراتب تقرب الٰہی مختلف ہوں گے۔ پیغمبرِ خدا کی متفقہ حدیث میں ہے۔

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا

بے شک فقہی حیثیت سے احکام شہید یعنی غسل و کفن کا ساقط ہونا یہ معرکہ جنگ میں شہادت پانے والے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مگر مرتبۂ شہادت کا حصول بقدرِ ایمان ہر مومن کے لئے ہے۔ پھر جب ہر مومن بقدرِ ایمان مردہ نہیں تو انبیاء ومرسلین کا کیا تذکرہ چنانچہ سوائے نجدی عقیدہ والے وہابیوں کے اور تمام مسلمان حیات

پیغمبرِ خدا کے قائل ہیں۔ خود حضرت ؐ کی حدیث ہے۔ کہ "میری وفات کے بعد مجھ پر اسی طرح سلام کرنا جیسے زندگی میں، کیوں کہ تمہارا سلام دونوں حالتوں میں مجھے یکساں طور پر پہنچے گا"

بعض علمائے اسلام نے اسی لئے روضۂ رسول ؐ کے پاس بلند آواز سے بات کرنے کو منع کیا۔ اور کہا کہ قرآنِ مجید میں ہے:۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولا تجھروا لہ بالقول۔ اس حکم کی تعمیل جس طرح اس وقت تھی۔ اسی طرح اب ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ رسول ؐ زندہ ہیں۔ اور ہماری آواز سنتے ہیں۔

اب مذکورہ بالا شعر کے مضمون پر غور کیجئے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جو زندۂ جاوید ہو۔ اس کا ماتم نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ زندگیٔ جاوید حسنِ عمل سے وابستہ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماتم کے قابل ان کی موت ہے۔ جو انتہائی بداعمال ہوں۔ اور حسنِ اعمال رکھنے والوں کا ماتم نہیں کرنا چاہیئے۔

اب جب کہ اس شعر سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے۔ تو آئیے۔ اسے قرآن کے سامنے پیش کریں۔ کیونکہ کہنے والا بظاہر مسلمان ہے۔ اور اس نے جو کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز میں نہیں ہے۔ اب جیسے تبسم زیرِ لب کے ساتھ صرف اس کے شاعرانہ کیف کو محسوس کرکے نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ اس نے منطقی انداز میں صغریٰ

اور کبریٰ مرتب کر کے ایک نتیجہ نکالا ہے۔ جس سے ایک پوری قوم کے طرزِ عمل پر اعتراض مقصود ہے۔

آیت قرآنِ مجید کی سامنے ہے۔ اس موقع کی جب فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا۔ تو ارشاد ہوا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ

"نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین نے گریہ کیا۔ اور نہ انہیں اللہ کی طرف سے مہلت دی گئی۔"

ظاہر ہے کہ یہ کنایہ ہے۔ جس سے ان کی بداعمالی کا اظہار مقصود ہے۔ کنایہ میں کسی حقیقت کے آثار و لوازم کا تذکرہ کر کے ذہن کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کی ضد کے لوازم کو بیان کیا جائے۔ مثلاً یہ بتانا ہو کہ صبح ہو گئی تو یہ کہیں گے۔ کہ روشنی ہو گئی۔ یہ نہیں کہیں گے۔ کہ اندھیرا ہو گیا۔ جو کہ شام کے لوازم میں سے ہے۔ رات کی شدت دکھانا ہو تو کہیں گے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ جو ظلمت کے اظہار میں مبالغہ ہے۔ اب دیکھئے شاعر کا نظریہ یہ تھا کہ رونا اسے نہیں چاہیے۔ جو خوش اعمال ہو۔ بلکہ اسے رویا جائے۔ جو بداعمال ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رونا بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ استحقاقِ گریہ، خوش اعمالی کا نتیجہ نہیں ہے۔ مگر قرآن بداعمالی کے اظہار میں کہہ رہا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

ان پر آسمان وزمین نے گریہ نہیں کیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی نقطۂ نظر سے بداعمالی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ان پر نہ رویا جائے۔ اس کے بالمقابل جو حسنِ عمل رکھنے والے ہوں وہ مستحق گریہ ہوں گے۔ اب جتنا بلند مرتبہ کا انسان ہو۔ جتنا مرکز فیوض برکات زیادہ ہو۔ وہ دنیا سے اٹھے۔ تو اس کا اٹھنا گریہ و ماتم کا باعث ہو گا۔ یوں تو عموماً آسمان وزمین کی طرف گریہ کی نسبت بطور مجاز عقلی ہو سکتی ہے۔ جیسے والسائل القریۃ یعنی اہل القریہ ہماری روز مرہ میں پورا شہر گواہ ہے۔ یعنی اہل شہر، اسی طرح آسمان و زمین روتے ہیں۔ یعنی اہل آسمان وزمین، مگر اٹھنے والے کی پیش خدا شخصیت کے لحاظ سے کبھی یہ مجاز حقیقت بھی بن سکتا ہے یعنی مرنے والا جو دنیا سے اٹھا۔ تو واقعی وہ زمین روئی اور آسمان نے گریہ کیا۔ پھر اگر زندۂ جاوید پر آسمان وزمین گریہ کر سکتے ہیں۔ جن کا کوئی فعل ارادہ باری کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اس کا انسان بھی ماتم کریں۔ تو یہ مرضیٔ الٰہی کے مطابق ہو گا۔

پھر اب یہ دیکھئے کہ شہداء کے زندۂ جاوید ہونے کا علم ہم کو کس کے ذریعہ سے ہوا۔ ظاہر ہے۔ کہ پیغمبرِ اسلامؐ کے ذریعہ سے پھر اس زندگی کے تقاضوں سے ہم زیادہ واقف ہوں گے۔ یا پیغمبر اسلامؐ اب تاریخِ اسلام پر نظر ڈالئے، بتائیے جناب حمزہؑ ابن عبدالمطلب شہید تھے یا نہیں؟ یقیناً شہید اور ایسے شہید کہ پیغمبرِ خداؐ

نے سیّدالشہداء کا لقب دیا ۔ تو پھر زندۂ جاوید جاوید ہونے
میں کیا شُبہ ۔ مگر حمزہؓ کی شہادت کے بعد کیا ہوا ۔ غم کیا گیا ۔ یا
خوشی ۔ آنسو بہائے گئے یا قہقہے لگائے گئے ۔ یاد رکھیئے کہ سنت وہی
ہے ۔ جس کی نظیر عملِ رسولؐ میں ہو ۔ اور بدعت وہ ہے ۔ کہ جو
عملِ رسولؐ کے خلاف ہو ۔ اگر حمزہؓ کی شہادت پر رسول اللہؐ ہنستے
ہوتے تو رونا بدعت ہوتا ۔ لیکن اگر رسول اللہؐ روئے ہیں ، تو پھر
کسی شہید پر رونا بدعت نہ ہوگا ۔ خوشیاں کرنا ہی بدعت قرار
پائے گا ۔

تاریخ گواہ ہے ۔ کہ جب حمزہؑ کی شہادت ہو گئی ہے ۔ اور
صفیہ خواہر حمزہؑ بھائی کی خبرِ مرگ سن کر میدانِ اُحد کی طرف روانہ ہوئیں
جناب رسول اللہؐ کو اس کی اطلاع ہوئی کہ صفیہ آرہی ہیں ۔ تو پہلے آپ
نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمایا ۔ کہ جلدی حمزہؑ کی لاش کو
چھپائیں ۔ تاکہ بہن کی نظر بھائی کے جسدِ عریاں پر نہ پڑے ۔ حضرت علیؑ
نے جاکر اپنی عبا لاشِ جناب حمزہؑ پر ڈالی ۔ مگر جنابِ حمزہؑ
قد آور تھے ۔ پاؤں کھلے رہ گئے ۔ تو آپ نے گھاس صحرا کی
جمع کر کے پیروں کو مخفی کیا ۔ اتنی دیر میں صفیہ پہنچ گئیں ۔ اور لاشِ برادر
پر گریہ شروع کیا ۔ اس موقعہ پر یہ نہیں ہوا کہ رسول اللہؐ صفیہ کو منع
فرماتے اور ارشاد کرتے کہ تمہارے بھائی زندۂ جاوید ہیں ، زندہ جاوید
کا ماتم کیوں کرتی ہو ۔ بجائے یہ فرمانے کے خود آپ

صفیہ کے ساتھ رونے میں شریک ہو گئے۔ اور تاریخ میں یہ فقرہ ہے :۔

بیکی کلّما بکت صفیۃ و ینشج کلّما نشجت صفیۃ

نشج کے معنی عربی میں روتے روتے ہچکیاں بندھ جانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جتنا جتنا صفیہ روتی تھیں ۔ اتنا اتنا رسولؐ گریہ فرماتے تھے ۔ یہاں تک کہ جب صفیہ کی روتے روتے ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں ۔ تو خود پیغمبرؐ کی بھی یہی حالت تھی ۔ اب بتائیے زندۂ جاوید کا ماتم ہوتا ہے یا نہیں ۔

اس کے بعد جب حضرت مدینہ منورہ میں تشریف لائے ۔ اور مسجد کی طرف جاتے ہوئے سنا کہ انصار کے گھروں میں رونے کی صدائیں بلند ہیں ۔ ان عزیزوں کے غم میں جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے ۔ تو حضرت نے فرمایا ۔

اما عمی حمزہ فلا بواکی "افسوس! میرے چچا حمزہؑ پر رونے والیاں کوئی نہیں" چونکہ جناب صفیہ اپنے گھر میں اکیلی تھیں۔ مثل مشہور ہے ۔ "اکیلا آدمی نہ روتا بھلا نہ ہنستا۔" وہ تھوڑی دیر رو کر چپ ہو گئی تھیں ۔ حضرت نے یہ کلام حسرت آمیز فرمایا تو اس کی اطلاع خواتین انصار تک پہنچ گئی ۔ وہ اسے سن کر خانہ جناب حمزہؑ میں آ گئیں ۔ اور حمزہؑ کا ماتم برپا ہو گیا ۔ یہ زندۂ جاوید کا ماتم کس نے برپا کرایا ۔ رسول اللہؐ نے ، اب کسی مسلمان

کو اختیار ہے۔ کہ وہ اس ماتم کو اچھا سمجھے یا بُرا؟

جناب جعفر طیارؓ بھی شہید ہوئے۔ موتہ میں ان کے دونوں ہاتھ قلم ہوئے، پیغمبر خداؐ نے منبر پر اپنے خطبہ میں ان کی خبر شہادت مسلمانوں کو سنائی جو خانہ سیدۂ عالم میں بھی پہنچ گئی۔ جب حضرت تشریف لائے تو دیکھا فاطمہ زہراؑ رو رہی ہیں۔ رسولؐ نے انہیں بھی منع نہیں فرمایا کہ جعفر زندۂ جاوید ہیں۔ روتی کیوں ہو۔ بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

علی مثل جعفر فلتبک البواکی۔ "جعفر ایسے آدمی پر رونے والیوں کو رونا ہی چاہیے۔"

لیجئے جناب رسول خداؐ نے ایک عام اصول کا اعلان کر دیا۔ اگر کہا ہوتا۔ کہ جعفرؓ پر ضرور رونا چاہیئے۔ تو وہ ایک حکم جزئی ہوتا، اسے صرف بحیثیت نظیر پیش کیا جا سکتا تھا۔ مگر "علی مثل جعفر" جعفر ایسے آدمی پر۔ یہ تو ایک کلی اصول ہے، ایک اصول معیار ہے اب جعفر ایسے کی لفظ کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ ایسے صاحب اوصاف شخص پر، تب بھی ثابت ہوگا کہ حسن اعمال کا نتیجہ ہے۔ استحقاق گریہ! جو قرآن کی آیت کے بالکل مطابق ہے اور دوسرے معنے یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ جس کو اس طرح موت آئی ہو۔ جیسے جعفرؓ کو آئی۔ یعنی راہِ خدا میں شہید ہوا ہو اب تو صاف صاف یہ اس اصول کا اعلان ہے۔ کہ زندۂ جاوید

ہی کا ماتم کیا جانا چاہیے۔ اب کس مسلمان کے لئے جائز ہوگا۔ کہ وہ کہے ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے۔ وہ جب یہ کہتا ہے۔ تو پیغمبرِ خداؐ کے ارشاد سے بغاوت کا اعلان کرتا ہے۔ جو اگر سمجھ بوجھ کر ہے۔ تو یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔

اپنے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں اگر ہم ایک شعر کی شکل میں اقبال سہیل کا جواب دینا چاہیں۔ تو کہہ سکتے ہیں:۔

کیا روؤ گے ان کو جو ہلاکِ ابدی ہیں؟
کیوں زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

(یعنی) قرآن اور حدیث تو یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ زندۂ جاوید کا ماتم کرنا چاہیے۔

اب اگر کچھ لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ تو وہ ان کا ماتم کریں۔ جنہیں ہلاکت ابدی نصیب ہوئی ہے۔ مگر ان کا ضمیر بھی شائد اس کو پسند نہ کرے گا

کہا جاتا ہے۔ کہ رونا بزدلی کی نشانی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ کسی خطرناک معرکہ میں موجود رہ کر خطرے کے احساس سے رونا بزدلی قرار پا سکتا ہے۔ مگر کسی خطرناک جہاد میں عدم شرکت پر رونا عین بہادری و شجاعت ہے۔ یاد رکھئے کہ کربلا کے مجاہدین زخم کھاتے اور اپنا خون بہاتے ہوئے گریہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہاں تو بریہ

اور عبدالرحمن آپس میں مذاق کرتے نظر آتے ہیں، وہاں تو عباسؑ و علی اکبرؑ کا کیا ذکر شیر خوار علی اصغرؑ تک مسکراتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔

ہاں عباسؑ نہیں روئے اور علی اکبرؑ نہیں روئے کیوں کہ انہیں، خون افشانی کا موقع مل گیا۔ مگر زین العابدینؑ عمر بھر روئے۔ کیوں کہ حکمتِ ربانی نے ان کو اس قربانی میں شہید ہو کر شرکت سے مجبور بنا دیا تھا۔

ہماری بھی اگر قسمت یاوری کرتی کہ اس قربانی میں عملی حیثیت سے شریک ہوتے۔ تو پھر خون افشانی کرتے۔ اشک افشانی نہ کرتے یہ اشک افشانی تو اس پر ہے۔ کہ اس سعادت کو حاصل نہ کر سکے۔ اب اگر اس تصور کے ساتھ یہ آنسو بہائے جا رہے ہوں۔ تو ان سے ہمت میں کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کا عملی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمیں آرزو رہے اور بے چینی سے انتظار کہ اب جو نصرتِ دین کا عملی موقع ہمیں دستیاب ہو سکے۔ اس میں اپنی ممکن اور با محل قربانی سے دریغ نہ کریں۔ والسلام

امام حسین علیہ السلام نے واقعہ کربلا میں تعلیماتِ اسلام کو دردناک طریقہ سے تاریخی زندگی کا لباس پہنا دیا۔ جس کا تذکرہ دل میں گداز پیدا کرتا ہے گویا حسینؑ کا ماتم تعلیماتِ اسلام کی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ بن گیا۔

صحیفۂ کاملہ

حضرت امام زین العابدینؑ کی بہترین دعاؤں کا مجموعہ

سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے چاہنے والوں اور تعلیمات ائمۂ اہل بیتؑ کے متلاشی اور عظمتِ آلِ محمدؐ کا پس منظر ڈھونڈنے والوں کیلئے یہ کتاب اپنا تعارف خود ہے۔ اس بےمثیل کتاب کا ترجمہ و شرح مشرقی ادب کے نامور فاضل مولانا سید مرتضیٰ الحسینؒ صاحب صدر الافاضل نے پیش کی ہے۔ ایک صفحہ پر عربی دعا اور مقابل کے صفحہ پر اسکا ترجمہ درج ہے ہر دعا سے پہلے معرفت افروز شرح شامل کی گئی ہے۔ کتابت طباعت نظر افروز۔ کاغذ اعلیٰ جلد مضبوط گرد پوش فنی محاسن اور تخلیقی ندرت کا شاہکار۔

صفحات ۲۵۰ صفحات۔ بڑا سائز۔ قیمت صرف تین روپے

متعہ اور اسلام

اس گرانقدر پیشکش میں سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی صاحب بہ مجتہد العصر مدظلہٗ نے متعہ کے مسئلہ پر عامیانہ مناظرہ کی ڈگر سے ہٹ کر عقلی بحث، اتہامات کا دفعیہ جوازِ متعہ میں قرآنِ مجید سے استدلال موافق و مخالف احادیث پر سیر حاصل تبصرہ صحابۂ کرام کا عملدرآمد وغیرہ موضوعات پر نہایت دلکش اور فاضلانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ سوادِ اعظم کے مشہور مفکر جناب مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا متعہ کے متعلق نظریہ بھی ٹائٹل کے اندرونی صفحات پر درج کیا گیا ہے۔

صفحات ۲۷۲۔ گرد پوش نہایت خوبصورت طباعت و کتابت دیدہ زیب۔ قیمت مجلد ۳ روپے

مکتبہ امامیہ اردو بازار لاہور۔ ۲

ہماری مطبوعات

سال ۵۶-۱۹۵۵ء	قیمت	سال ۵۷-۱۹۵۶ء	قیمت	سال ۵۸-۱۹۵۷ء	قیمت
۱-خدا کا ثبوت	۲ر	۱۴-اسلام اور انسانیت	۸ر	۳۱-لا تفسدوا فی الارض	۸ر
۲-حسینؑ اور اسلام	۳ر	۱۵-جمہوریت اور اسلام	۱۲ار	۳۲-جناب ابوذر کا علمی نصب العین	۵ر
۳-شجاعت کے مثالی کارنامے	۶ر	۱۶-معصوم شہزادی	۳ر	۳۳-صدیقۂ صغریٰؑ	۳ر
۴-قاتلانِ حسینؑ کا مذہب	ایک روپیہ	۱۷-نظامِ زندگی (حصہ دوم)	۱۲ار	۳۴-سامانِ عزا	۲ر
۵-محاربۂ کربلا	۱۰ر	۱۸-شہیدِ کربلا	۲ر	۳۵-ذوالجناح	۱ر
۶-اسیریٔ اہلِ حرم	۳ر	۱۹-زندۂ جاوید کا ماتم	۲ر	۳۶-رسولِ خداؐ	۲ر
۷-آثارِ قدرت	۳ر	۲۰-عزائے حسینؑ کا تاریخی تبصرہ	۱۲ار	۳۷-رہبرِ کاملؑ	۲ر
۸-حقیقتِ اسلام	۳ر	۲۱-شہادت و ہلاکت	۳ر	۳۸-سیدۂ عالمؑ	۲ر
۹-اسلامی نظریۂ حکومت	۳ر	۲۲-شیعیت کا تعارف	۵	۳۹-حسنِ مجتبیٰؑ	۲ر
۱۰-نظامِ زندگی (حصہ اول)	۱۲ار	۲۳-اسلامی تمدن	۳ر	۴۰-سیدِ سجادؑ	۲ر
۱۱-عورت اور اسلام	۳ر	۲۴-تاریخ اسلام میں واقعۂ کربلا کی اہمیت	۲ر	۴۱-سمانہ	۲ر
۱۲-مادیت کا علمی جائزہ	۳ر	۲۵-اگر واقعۂ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا	۲ر	۴۲-پانچواں امامؑ	۲ر
۱۳-تجارت اور اسلام	۱۰ر	۲۶-ضرورتِ مذہب	۲ر	۴۳-صادق آلِ محمدؑ	۲ر
		۲۷-مقصدِ حسینؑ	۲ر	۴۴-موسیٰ کاظمؑ	۲ر
		۲۸-بین الاقوامی شہیدِ اعظم	۲ر	۴۵-امامِ رضاؑ	۲ر
		۲۹-مقصودِ کعبہ	۵	۴۶-نویں امام	۲ر
		۳۰-صحیفۂ سجادیہ کی عظمت	۵	۴۷-دسویں امام	۲ر
				۴۸-حسنِ عسکریؑ	۲ر
				۴۹-امامِ منتظرؑ	۲ر

سال ۵۹-۱۹۵۸ء	
۵۰- اسرار الصلوٰۃ	۱۲ر
۵۱- شہادت زارِ کربلا	۱ر
۵۲- یثرب کا مسافر	۳ر
۵۳- شہادتِ حسینؑ	۲ر
۵۴- حق و باطل کا آخری معرکہ	۱ر
۵۵- حسینی قربانی	۱ر
۵۶- قتیل العبرۃ	۳ر
۵۷- اسلامی قانونِ وراثت	۲ر
۵۸- تعقیبہ	۴ر
۵۹- سردارِ کائناتؐ	۸ر
۶۰- معرکۂ عشق	۲ر
۶۱- ادراکِ حسینیت	۱ر
۶۲- رسولؐ کی بیٹی	۴ر
۶۳- ایمان بالغیب	۲ر
۶۴- خدا پرستی اور مادیت کی جنگ	۱ر
۶۵- روزہ	۲ر
۶۶- حج	۲ر
۶۷- زکوٰۃ	۲ر
۶۸- خمس	۱ر

سال ۶۰-۱۹۵۹ء	
۶۹- قرآن فہمی	۳ر
۷۰- حیاتِ ہاشم	۲ر
۷۱- شہادتِ حسینؑ کے اسباب	۲ر
۷۲- آیۂ تطہیر	۳ر
۷۳- عزائے سید الشہداءؑ	۳ر
۷۴- مراسمِ عزا کا ثبوت	۴ر
۷۵- حسینؑ اور انسانیت	۳ر
۷۶- شاہ است حسینؑ	۲ر
۷۷- حسینؑ اور یزید کی شخصیت	۲ر
۷۸- محسنۂ انسانیت	۲ر
۷۹- الحسینؑ کے تبصرہ کا علمی جائزہ	۲ر
۸۰- عشرۂ محرم اور مسلمانانِ پاکستان	۵ر
۸۱- ذات وصفات	۳ر
۸۲- مارٹرڈم آف امام حسینؑ ابن علیؑ (انگلش)	۴ر
۸۳- وٹ از اسلام (انگلش)	۴ر

تفصیل چندہ رکنیت

سرپرست - پانچسو روپے }
مربی - ایکسو روپے } اگلے پچھلے تمام رسائل اور ماہنامہ پیام عمل عمر بھر بلا طلب بلا قیمت ملتے رہیں گے۔

خصوصی - پانچ روپے سالانہ } سال بھر میں شائع ہونیوالا لٹریچر اور ماہنامہ پیام عمل بلا طلب و بلا زائد قیمت بھیجا جائے

رابطہ قائم کرنے کا پتہ: جنرل سکریٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

تعلیمی پریس لاہور